دو ہفتہ دورۂ روس کی رُوئدادِ سفر

از

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی

عزیز بھائی ! السّلام علیکم !

یہ خط لینن گراڈ سے لکھ رہا ہوں، اِس وقت یہاں شام کے ۶½ بجے ہیں، وہاں ۱۰½ بجے ہوں گے، ہم لوگ آج صبح ہی یہاں پہونچے ہیں، تاشقند سے رات کے ۱۰ بجے اُڑے تھے پونے چار گھنٹے یا ساڑھے تین گھنٹے میں ماسکو پہونچے، ماسکو کا ہمارا پروگرام ۲۸، ۲۹، ۳۰ کا ہے[1]۔ ۳۱ کو کسی وقت دہلی کے لئے روانہ ہو جائیں گے، اس وجہ سے ماسکو کے ہوائی اڈہ پر اُتر کر رات کے باقی حصّے میں وہیں رہے کیونکہ اُس وقت لینن گراڈ کے لئے کوئی جہاز نہیں تھا، پورے سفر میں پروگرام میں تھوڑی سی غلطی کی وجہ سے یہیں تکلیف ہوئی کہ رات کے باقی حصّے میں ویٹنگ روم میں رہنا پڑا، ورنہ پورا سفر انتہائی اعزاز و احترام اور آرام سے گذرا۔ بہرحال صبح کو لینن گراڈ کے لئے ماسکو سے روانہ ہوئے، ماسکو اور لینن گراڈ میں آٹھ سو سے زیادہ کیلو میٹر کا فصل ہے، جہاز صرف پچاس منٹ میں پہونچ گیا، تاشقند سے ماسکو ساڑھے تین ہزار سے کچھ کم کیلو میٹر ہے، اتنا بڑا فاصلہ ساڑھے تین گھنٹے میں طے ہو گیا، بس خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔

---

[1] بعد کو پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی ہوگئی اور ماسکو میں دو دن کے بجائے پانچ روز قیام رہا۔

اُس روز دہلی سے ساڑھے چھ بجے صبح کو چلے تھے اور چار گھنٹے سے کچھ کم میں تاشقند پہونچ گئے تھے ہوائی اڈے پر مولانا مفتی ضیاء الدین بابا خان اور دوسرے بڑے بڑے علماء اور ائمۂ مساجد کے علاوہ حکومت کے شعبۂ سیاحت کے ہیڈ وغیرہ بھی موجود تھے، تاشقند ہوٹل جو شہر کا سب سے بڑا اور نفیس ہوٹل ہے اس میں قیام کا انتظام تھا، اس ہوٹل میں بیک وقت اٹھارہ سو آدمی قیام کر سکتے ہیں، اس کے کمرے اشوک ہوٹل دہلی سے کچھ کم آرام دہ نہیں تھے، ہر چیز نفیس، صاف ستھری، اعلیٰ درجہ کا بستر، اور کمبل وغیرہ، تاشقند اُزبکستان کا دارالسلطنت ہے اور نہایت ہی صاف وشفاف اور طویل وعریض شہر ہے اس کے مختلف حصوں میں بعض چھوٹی نہروں کے علاوہ نہر کیکاؤس بہتی ہے، جس نے پورے شہر کو گلزار بنا دیا ہے، پھلوں کی کثرت کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے۔ قسم قسم کے بہترین انگور، آڑو، ناکھ سیب، خوبانی، انجیر وغیرہ، انار بھی بکثرت ہوتے ہیں مگر ابھی اُن میں ایک مہینے کی دیر ہے، خربوزہ تو ایسا ہوتا ہے کہ سبحان اللہ، رسیلا، خوشبودار، بے حد شیریں، اس کی بھی بہت سی قسمیں ہیں، اس وقت ہر قسم کی ریل پیل ہے، تربوز بھی بہت نفیس ہوتا ہے۔ ہمارے ہوٹل کے کمرے میں، ان تمام پھلوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے، دعوتیں بھی بڑی شان دار ہوئیں، دو ڈھائی روز تک شہر اور اطرافِ شہر کے مختلف قدیم وجدید تاریخی آثار دیکھے، پروگرام اس قدر ٹائٹ رہے کہ صبح سے رات تک کمر لگانے کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی، یہی وجہ ہے کہ آج یہاں پہونچ کر پہلا خط آپ ہی کو لکھ رہا ہوں، ترجمان کوئی نہیں ملا۔ اس لئے تمام بات چیت عربی میں زیادہ اور فارسی میں کم ہوتی تھی، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میں یہ زبانیں آپ کی طرح فرفر نہیں بول سکتا، مگر دباؤ پڑا تو کام چل ہی گیا۔ اخبارات کو انٹرویو بھی دینے پڑے، اُردو میں کچھ ٹیپ ریکارڈ بھی ہوئے، وہ تو یوں کہئے کہ آب وہوا اچھی تھی ورنہ دم ٹوٹ جاتا دہلی سے چل کر تاشقند کے ایرپورٹ پر اُترا تو وہی پُرانا مرض شروع ہو گیا۔ کیونکہ جہاز کم وبیش تیس ہزار فیٹ کی بلندی پر اُڑا تھا، سردی کے اثر سے ناک سے بے تحاشا پانی اور چھینکیں آنا شروع ہو گئیں۔ بے حد فکر مند تھا کہ ابھی سفر کی پہلی منزل بھی شروع نہیں ہوئی اور میں اس مرض میں گھر گیا، مگر ایک ڈاکٹرنی نے ہوائی اڈے کے ویٹنگ روم ہی میں میری نبض دیکھی اور صرف ایک گولی دی اور کہنے لگی یہی کافی ہوگی،

اس کے بعد ہوٹل کے ڈاکٹر نے دو روز ناک میں قطرے ٹپکائے، طبیعت ٹھیک ہوگئی، اس کے بعد سے طبیعت بحال ہے اور تھکن کے سوا جو قدرتی طور پر ہونی چاہئے کوئی تکلیف نہیں ہے، تاشقند میں اِس وقت اٹھارہ بڑی مسجدیں ہیں جن میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی ہوتی ہیں، کم وبیش ایک سو چھوٹی مسجدیں ہوں گی جن میں برائے نام پانچ وقت کی نمازیں ہوتی ہیں، جُمعہ نہیں ہوتا۔ نوجوان نمازی خال خال ہی نظر آئے، معلوم ہوا جمعہ کے علاوہ نماز نہیں پڑھتے یا پھر نام کے مسلمان ہیں، تاشقند کی آبادی دس لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے جن میں اسّی فی صدی مسلمان بتائے جاتے ہیں، بہر حال اس میں شک نہیں کہ مسلمان بہت کافی ہیں، ہم نے مسجد امام قفال[۵] میں جو ادارۂ دینیہ کے ساتھ ہی ساتھ ہے ظہر کی نماز پڑھی، اُس روز دوپہر کے بعد کا کھانا غدیٰ ادارۂ دینیہ ہی میں تھا، شام کو مفتی صاحب موصوف نے اپنے مکان پر نہایت پُر تکلف دعوت دی، اس مسجد کے علاوہ دو اور مسجدوں میں نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوا۔ مسجد زین الدین ولد شیخ شہاب الدینؒ سہروردی، اور مسجد رکعت میں،

ـــہ۵ محمد بن علی بن اسمٰعیل القفال الکبیر الشاشی الشافعی، تفسیر، حدیث، کلام، لغت وشعر اور فقہ کے مشہور ومعروف امام جن کے متعلق، امام ابوعبداللہ الحاکم کا قول ہے " الفقیہ الادیب' امام عصرہ بما وراء النہر للشافعیین واعلمہم بالاصول واکثرہم رحلۃ فی طلب الحدیث " امام ابوالحسن اشعری سے بلا واسطہ علم کلام حاصل کیا اور خود امام اشعری نے ان سے علم فقہ کی تحصیل کی۔ ۳۶۵ھ میں " شاش " میں وفات پائی، ان کے تفصیلی حالات کے لئے شیخ تاج الدین سبکیؒ کی " طبقات الشافعیہ " جلد ثانی دیکھنی چاہئے۔

اور یہاں اُن کے مرقدِ مبارک کی شمالی دیوار پر ان کے یہ دل پذیر اشعار بھی بہت خوش نما خط میں لکھے ہوئے ہیں مولانا مفتی ضیاء الدین صاحب نے بار بار مزے لے کر یہ اشعار سُنائے اور احاطۂ مزار کے باغ کے انگوروں پر یہ شعر پڑھ کر ہاتھ مارا، ذوقِ گرافر نے اس حالت کا بھی فوٹو لیا تھا۔

اُوسّع رحلی علیٰ من نزل	وزادی مباح علیٰ من اکل
تقدم حاضر ما عندنا	وان لم یکن غیر بقل وخل
فاما الکریم فیرضیٰ بہ	واما البخیل فمن لم ابل

۹ اکتوبر کو ہم لوگ سمرقند کے لئے روانہ ہوگئے، سمرقند، تاشقند سے تین سو کیلومیٹر سے زیادہ ہے، عجیب سرسبز وشاداب شہر ہے، درختوں سے بھرا ہوا، پھلوں میں رچا ہوا، اس شہر میں متعدد چھوٹی چھوٹی نہریں کے علاوہ بڑی نہر زرافشاں بہتی ہے جس نے پورے شہر کو محبوب کا سبزۂ خط بنادیا ہے۔ حافظ نے اس شہر کو سوچ سمجھ کر ہی ترکِ شیرازی کی نذر کیا تھا، سمرقند پہونچ کر پہلے ہی روز ہم لوگ خرتنگ حاضر ہوئے یہیں امیرالمومنین فی الحدیث آیات اللہ من آیات اللہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ کا مرقدِ مبارک ہے۔ خرتنگ ر، کم وبیش پانچ ہزار کی آبادی کی ایک بستی ہے، سمرقند سے اس کا فاصلہ بیس کیلومیٹر ہے، امام عالی مقام کے مزارِ مبارک پر حاضری دی۔ اور تقریباً دو گھنٹے وہاں قیام کیا، فاتحہ پڑھتے وقت قلب کی عجیب کیفیت ہوئی، امامِ والا مقام اور ان کی کتاب کی خصوصیات کے نقوش حافظے میں اُبھرنے لگے، اُس وقت اگر کوئی مجھ سے "امام بخاری" پر تقریر کراتا تو کہہ نہیں سکتا کس طرح کی ہوتی، آپ سفر کی ہر منزل میں یاد آئے یہاں اور بھی زیادہ یاد آئے، اُستاذ مرحوم کی شفقتوں کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا، حضرتِ شاہ صاحب رح کا چہرۂ انور اُس وقت آنکھوں کے سامنے تھا، معلوم ہوتا تھا ہم سب بخاری شریف کے درس میں بیٹھے ہیں اور استاذ کی محققانہ، ناقدانہ اور بصیرت سے بھرپور تقریر سُن رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کے مزار پر حاضری کا شرف اس طویل سفر کا حاصل ہے، حضرت الاستاذ ہمیں پڑھا پڑھا کر دنیا سے تشریف لے گئے اور مزارِ بخاری پر حاضری میرے مُقدّر میں تھی، سمرقند میں بھی کافی مسجدیں ہیں، شاید پندرہ مساجد جامع ہوں، باقی چھوٹی چھوٹی ہیں، مسجد خواجہ عُبید اللہ احرارؒ اس وقت سمرقند کی وسیع اور پُررونق مسجد ہے، ہم نے ظہر کی نماز وہیں پڑھی اور خواجہ مرحوم کے مزار پر حاضری دی، ان ہی کی قبر کے پاس "شرح عقائد نسفی" کے مصنف اور "اصول الشاشی" کے مؤلف کی قبریں بتائی جاتی ہیں مگر یہ بات تحقیق طلب ہے۔

یہاں کی دوسری بڑی مسجد مسجد ذوالمراد یا زود مراد ہے، یہاں بھی نماز پڑھنے کا اور بہت سے نمازیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ نمازی ہر جگہ وہی بوڑھے، ضعیف گرے پڑے ہیں، کہتے ہیں جمعہ کے روز یہ مسجدیں نمازیوں سے پُر ہوجاتی ہیں اور عیدین میں تو سڑکوں تک نمازی ہوتے ہیں، سمرقند اسلامی تاریخ کی یادگاروں کا عظیم الشان مرکز ہے۔ دو روز میں ہم نے بہت سے آثار دیکھے، ہر جگہ اصد نوری بھی!

بابر اور الوغ بیگ کی قبروں پر جاکر عبرت حاصل کی اور قثم بن عباسؓ کے مزارِ مبارک سے روحانی فیض حاصل کیا، اور بھی کتنے ہی مقامات پر جانا ہوا یہیں الوغ بیگ[1] کی ہیئۃ الافلاک کا کچھ مٹا ہوا اور کچھ ابھرا ہوا تاریخی نمونہ ہے، اس رسدگاہ کو میں بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ قدیم آثار کے ساتھ جدید ترقیاں بھی دیکھیں۔ ہڈیوں کے مرض کا ہسپتال، لائبریری، بچوں کی تربیت گاہ سب ہی چیزیں دیکھیں، سمرقند میں بھی ستر فی صدی مسلمانوں سے کم نہیں ہیں، اس لئے یہاں کی زندگی میں قدرتی طور پر زیادہ دخیل ہیں، لائبریری کا عربی حصہ خاص طور پر مخطوطات ایک نہایت مہذب مسلمان لڑکی منوّرہ نے دکھائے، اشعۃ اللمعات قلمی، برُھان شرح مواہب الرحمٰن، مشکوٰۃ شریف اور تفسیر و تاریخ کی بعض عمدہ قلمی کتابیں دیکھیں، جلدی میں معائنہ کی چند سطریں بھی لکھ دیں، یہیں مُشترک کاشت کا فارم بھی دیکھا، اس فارم کا نام لینن آباد ہے اور یہ سمرقند سے چند کیلومیٹر کے فاصلے پر بہت بڑا میلوں میں پھیلا ہوا فارم ہے، اس کا اصل نام کالخوص ہے، عربی میں الاراضی التعاونیہ ہے، میری رائے میں موجودہ نسل میں جبر و قہر کا تصور ختم ہو چکا ہے، لوگ خوش خوش اس کام میں حصہ لیتے ہیں اور خوش حال ہیں، ان کی کاشت کی تمام آمدنی حکومت کی ہوتی ہے، حکومت ان کے کھانے، کپڑے اور مکان کی ذمہ دار ہے، کچھ مزید بھی دیتی ہے، ان کاشتکاروں کے پاس اپنی بھی تھوڑی تھوڑی زمینیں ہیں جو ان کی مِلک ہیں، ان زمینوں میں یہ کاشت بھی کرتے ہیں اور باغ وغیرہ بھی لگاتے ہیں، ان کا رہنا سہنا شہر سے الگ ہے اور ان کی زندگی خاص طرح کی ہے، یوں ہر طرح آزاد ہیں۔ مثلاً مسلمان کاشتکار جمعہ و عیدین کی نماز کو بے تکلف جاتے ہیں، شاید صرف اطلاع دینی ہوتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ سوویت یونین نے روزگار کا مسئلہ پوری طرح حل کر لیا ہے، یہاں روزگار انسانوں کو آواز دیتا ہے، آدمیوں کو روزی تلاش

---

[1] سلطان الغ بیگ مرزا سلطان شاہ رُخ مرزا کا بڑا بیٹا اور امیر تیمور کا پوتا تھا۔ ۸۱۲ھ میں اس کے باپ نے اس کو ماوراء النہر کا حاکم اعلیٰ بنایا، ۸۵۰ھ میں والد کے انتقال کے بعد مستقل طور پر زمام سلطنت ہاتھ میں لی، علم ہندسہ کا ماہر اور بہت عالم و فاضل تھا، اس نے اپنے زمانۂ اقتدار میں بڑے بڑے مدرسے قائم کئے اور ان کے نصاب میں اصلاح کی بھی بہت کوشش کی، [illegible] اگرچہ نصف سے زیادہ حصہ مٹ چکا ہے پھر بھی اس کے نقش پاک شوق دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

کرنے کی ضرورت نہیں، بہرحال ہم نے اس وسیع و عریض فارم کے اکثر حصّوں میں بذریعہ کار چکر لگایا۔ اس کی ایک ایک چیز دیکھی، گایوں کی نسل کشی کا منظر بھی عجیب ہے، ہزاروں گائیں قطار اندر قطار کھڑی ہیں، ہر گائے کی عمر، نسل، دودھ کی مقدار، کب گابھن ہوگی، کب بچّہ دے گی، کونسی گائے گابھن ہونے کے لائق ہے، کون سی ابھی چھوٹی ہے، یہ سب چیزیں آپ کو ایک پلیٹ پر لکھی اور لٹکی ہوئی ملیں گی، بڑے بڑے بیل علیحدہ ہیں، وہ گائے کے پاس نہیں آسکتے بلکہ ان کے مادۂ تولید سے گائیں گابھن کی جاتی ہیں۔ گویا یہ عجیب طرح کے باپ ہیں، اس تاریخی فارم کا ہیڈ مسلمان ہے، لااقل اللہ قل یعنی عبداللہ، ہم نے فارم ہی پر عشئی تناول کیا، دُنبہ کا بھُنا ہوا گوشت، تکّے، نفیس پھل، شہدِ خالص، میں نے یہاں بھی معائنہ لکھا ہے۔ تیسرے روز سمرقند سے بخارا ہوائی جہاز سے گئے، دونوں شہروں کا فاصلہ تقریباً تین سو کیلومیٹر ہوگا، چھوٹا جہاز تھا پھر بھی پچاس منٹ میں پہونچ گیا، دن کے ایک حصّہ میں بخارا رہے اور سہ پہر کو سمرقند واپس آگئے، شہر کی حالت خستہ سی ہے، چونکہ کسی ریاست کا دارالحکومت نہیں ہے اس لئے حکومت کی توجّہ بھی اِدھر کم ہے، یہاں بھی بہت سے آثار دیکھے، اُلغ بیگ کے مشہور مدرسہ کے علاوہ شیخ عبداللہ امیر بخارا اور دوسرے اُمَراء کے مدارس بھی دیکھے، مگر یہ سب مدرسے اُجڑے ہوئے ہیں، سب سے بڑی جامع مسجد جس کو پہلے قُتَیبہ بن مسلم نے لکڑیوں سے بنایا تھا اور پھر جلادی گئی تھی، بعد کو غالباً شیخ عبداللہ نے اس کو تعمیر کرایا تھا، دیکھنے کے قابل مسجد ہے، اِن دنوں سوویت یونین کی حکومت لاکھوں روبل خرچ کرکے بڑے پیمانے پر اس کی مرمّت کرا رہی ہے، یہ مسجد بھی ادارۂ دینیہ جلد ہی واگذار ہوجائے گی، میں نے اپنی آخری تقریر میں اِدھر توجّہ بھی دلائی ہے۔ قریب ہی ایک دوسرا تاریخی مدرسہ ہے، اس میں مفتی ضیاء الدین صاحب کے "ادارۂ دینیہ" کی طرف سے اچھے پیمانے پر مدرسہ قائم ہے۔ ان دنوں مدرسہ میں تعطیلِ کلاں تھی، بخارا کے موجودہ آثارِ تاریخی میں قابلِ دید عمارت ابوبکر سامانی کے مقبرے کی ہے۔ اینٹوں کی عجیب و غریب سنگین عمارت ہے، اس کے قریب ہی چشمۂ ایوب ہے، یہاں ابوایوب سختیانیؒ اُستاذ امام بخاریؒ کی قبر ہے، ساتھ ہی ایک چشمہ اُبل رہا ہے، بخارا سے بیس پچیس کیلومیٹر پر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کا مزار ہے، مگر اُدھر کی سڑک ٹھیک نہیں تھی، زیارت ... اور ہمارے

پاس وقت بھی نہیں تھا، اس وجہ سے وہاں حاضری نہ ہوسکی، تاہم معلوم ہوا ہے کہ مزار کی عمارتیں اب اچھی حالت میں ہیں، ہم لوگ شام کو سمرقند واپس آگئے اور رات کے وقت پاپیادہ سیر کی، کہیں کہیں لوگ ہمیں حیرت واستعجاب سے دیکھتے تھے، سمرقند میں نہر کے کنارے اور شہر سے دور باغ میں نفیس دعوتیں ہوئیں، ۱۲ر کی صبح کو ہم لوگ دوشنبہ کے لئے روانہ ہوگئے، دوشنبہ تاجکستان کی راجدھانی ہے اور بالکل جدید طریقہ پر آباد کیا گیا ہے، اعلیٰ درجہ کی چوڑی سڑکیں، شاداب باغ شہر کی رونق کو دوبالا کررہے ہیں، یہاں چھوٹی نہروں کے علاوہ دو بڑی اور تیز بہنے والی نہریں ہیں، نہر وحش اور نہر دوشنبہ نہر وحش کچھ فاصلے سے اور نہر دوشنبہ پورے شہر میں جاری ہے، دوشنبہ کا ہوٹل بھی، تاشقند کے ہوٹل سے کسی طرح کم نہیں تھا، اس ہوٹل کا نام غالباً ہوٹل وحش ہے،

دوشنبہ کا جدید نام استالن آباد تھا، اب پھر وہی پرانا نام رکھ دیا گیا ہے، آب وہوا کے لحاظ سے یہ مقام شاید سب سے عمدہ ہے، یا کم سے کم ہلکی خنکی کے اعتبار سے نمایاں ہے، یہاں ہم نے جدید چیزیں زیادہ دیکھیں اور نہر کے کنارے پر تفریح بھی خوب کی، دوشنبہ کے ہوائی اڈے سے ہم لوگ سیدھے مولانا محمد یعقوب چرخی ؒ کے مزار پر گئے، یہ وہی مولانا محمد یعقوبؒ ہیں جن کی روایات آپ نے تفسیر کی کتابوں میں پڑھی ہیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز ؒ تو تفسیر عزیزی میں زیادہ روایتیں انہی سے لیتے ہیں ان کے مزار کے متصل ایک وسیع مسجد بھی ہے، ہم نے ظہر اور عصر کی نمازیں یہیں پڑھیں، زار کے زمانے میں دوشنبہ ایک ویرانہ تھا، آج گلزار اور سبزہ زار بنا ہوا ہے، یہاں بڑے بڑے کارخانے بھی ہیں، سوتی کپڑے کا ایک بڑا مل ہم نے بھی دیکھا، اس کا تعلق بس دیکھنے سے ہے، یہاں بچوں کی تربیت کا ایک عظیم الشان اور لاثانی مرکز بھی ہے، "معہد تربیۃ الاطفال" اس میں ایک ہزار بچے، بغرض تعلیم و تربیت رکھے جاتے ہیں، مرکز کی ہیڈ چالیس سالہ مسلم خاتون ہیں، جنھوں نے بکمال خندہ پیشانی ہمیں مرکز کے بڑے حصے کی سیر کرائی اور اس کی خصوصیتیں بتائیں —— یہ مرکز ایک وسیع و عریض باغ میں ہے جس میں ہر قسم کے فواکہ کثرت سے پیدا ہوتے ہیں، پورے باغ کے مالی اور نگہبان بچے ہی ہیں اور باغ کے تمام پھل بھی ان ہی کے لئے ہیں، اس مرکز کو دیکھ کر روح میں بالیدگی اور آنکھوں میں

روشنی آگئی، اس کا انتظام بھی عجیب ہے، لائق دید، تفصیل زبانی بتاؤں گا، اس شہر میں مکتبہ فردوس کے نام سے ایک عظیم لائبریری ہے، اس لائبریری میں کم سے کم ساڑھے سات لاکھ کتابیں ہیں، عمارت بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ ہم نے یہاں عربی کی بعض نایاب قلمی کتابیں دیکھیں، حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کی قلمی کتابیں بڑی بڑی رقمیں دے کر خریدی جاتی ہیں، ۲۳ر تاریخ کا جمعہ بھی ہم نے اسی شہر کی دوسری مسجد کلاں میں پڑھا، اس کے امام مولانا سید عبداللہ جان ہیں جو ادارۂ دینیہ کی طرف سے قاضی بھی ہیں، فہیم اور خلیق عالم ہیں، جمعہ کی نماز ہزاروں نمازیوں کو میں نے پڑھائی اور نماز کے بعد یا شاید پہلے فارسی میں مختصر تقریر بھی کی، لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا، مصافحوں کا منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، فوٹو گرافر ہر جگہ ساتھ رہے، چنانچہ یہاں بھی بہت سے فوٹو لئے گئے، ہندوستان کی بات تو دوسری ہے مگر یہاں آکر مشرب میں توسع ہو گیا جو غالباً ناگزیر تھا، یہاں کے ایک فوٹو میں چوغے کے لباس میں ہوں اور ٹوپی بھی وہیں کی اوڑھ رکھی ہے، اسی روز شام کو "بستانِ نویسندگان" میں نہر کے کنارے تفریح کا پروگرام تھا۔ یہ پروگرام ہمارے تفریحی پروگراموں میں سب سے زیادہ دل آویز رہا، عصر، مغرب، عشا تینوں نمازیں یہیں پڑھیں، یہ دوشنبہ سے پچیس ۲۵، تیس ۳۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر پہاڑوں کے بیچ میں ایک شاداب اور پُرفضا مقام ہے، یہاں نہر کا پاٹ بھی خوب چوڑا ہے اور پانی بہت تیزی سے بہتا ہے پانی اتنا شفاف تھا کہ "الماء کاللجین" کی ترکیب سامنے آگئی، کھانا، پھل، چائے کبود اور چائے اسود ہر چیز سلیقے سے سجی ہوئی رکھی تھی، بہترین لکڑی کا کھلا ہوا مکان تھا جس سے نہر کا تیز رفتار پانی ٹکرا ٹکرا کر دوڑ رہا تھا۔ متعدد ادیب اور شاعر بھی شریکِ محفل تھے، بہت سے مشہور لکھنے اور کہنے والے اسی علاقے میں رہتے ہیں، میں نے "آبِ رواں" کے ساتھ "سبزۂ جواں" کی ترکیب استعمال کی تو ایک ادیب جن کا نام اس وقت ذہن میں نہیں رہا پھڑک اٹھے، فضا کی مناسبت سے حافظ، خسرو، عرفی، فیضی، غالب، شریف خاں شیرازی، آتش قندھاری اور نظیری وغیرہ کے بہت سے اشعار بھی یاد آگئے، غرضکہ یہ مجلس بڑی ہی لطیف، سبک اور پُرمسرت رہی۔ ۲۴ر کو ہم لوگ پھر تاشقند واپس آگئے اور جیسا کہ لکھ چکا ہوں، دس بجے شب میں لینن گراڈ کے لئے روانہ ہو گئے۔ امام سید عبداللہ صاحب کی طرف سے سلام مسنون! موصوف بہت اچھے رفیق سفر ثابت ہوئے، ہر طرح کا خیال رکھتے ہیں۔